حکومتی، ادارتی اور ولایتی حقوق کا ناجائز استعمال شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں

(The Abuse of Governmental, Institutional and Guardianship Rights (From*Sharīʻah* Perspective)

محی الدین ہاشمی☆

Abstract

The Islamic government symbolizes an entire politico-religious system that regulates the lives of men in a Muslim community to the smallest detail. The head of the Islamic state is the one with whom political authority *'sulṭah'* is vested and sovereignty is destined for the sharī'ah. The role of organizations and individuals, according to an authentic *ḥadīth* of the Prophet (SAW) is also not different:"All of you are shepherds and each of you is responsible for his flock. A man is the shepherd of the people of his house and he is responsible. A woman is the shepherd of the house of her husband and she is responsible. Each of you is a shepherd and each is responsible for his flock." Within the framework of human society, the Islamic nation is a compact union having recourse to itself, possessing an inner sense of responsibility for its own members, and resisting decay, both individually and collectively.No one is allowed to abuse the law of God whatever his/her status is, and what ever the circumstances are.The following article, hence represents the perspective of *sharī'ah* on the abuse of power by heads of various state departments, organizations and individuals.

قرآن و سنت کی فراہم کردہ ہدایت نہ صرف مکمل اور حقیقی انصاف کی داعی و متقاضی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر وہ "احسان" کو اوّلیت دیتی ہے۔ قرآنی نصوص میں "عدل" قانونی انصاف اور "قسط" حقیقی انصاف کے معنی میں مستعمل ہوئے ہیں۔ قانونی انصاف سے مراد یہ ہے کہ کسی معاملہ یا حکمِ تکلیفی کے جملہ مراحل اور تقاضے مکمل طور پر قانون کے مطابق انجام پذیر ہوں۔ لیکن مکلّفین یا فریقینِ معاملہ کی ذمہ داریاں اس وقت تک ختم نہیں ہوتیں جب تک حقیقی انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ کیونکہ بعض اوقات قانون کے ظاہری تقاضوں کو ملحوظ رکھنا کافی نہیں ہوتا۔ ایسے احوال وظروف میں جب قانون کی

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فکرِ اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ظاہری شکل کی پاسداری حقیقی انصاف پر منتج نہ ہو سکے تو شرعی حکم کی نوعیت مختلف ہو جاتی ہے۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ اسلام "احسان" کو اعلیٰ ترین اقدار (Higher Values) میں شمار کرتا ہے جس کی رو سے نہ صرف قانونی اور حقیقی انصاف کے تقاضوں کو بروئے کار لانا ضروری ہے بلکہ دوسروں کو ان کے حق سے زائد دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس تناظر میں حقوق اور اختیارات، چاہے جس نوعیت کے ہی کیوں نہ ہوں، کے غلط استعمال کی شریعت میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

حکومتی صوابدیدی اختیارات کا سوءِ استعمال (Abuse of Discretion)

اسلام کے تصورِ کائناتکی رو سے "خلافت" "امانت" اور "عدالت" کے تصورات، حکومتی صوابدیدی اختیارات کے استعمال کے سلسلے میں اہم راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ مذکورہ تصورات کے تناظر میں انسان کو بطورِ خلیفہ ہدایتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ خیر و شر کے انتخاب کی مکمل آزادی حاصل ہے۔

قرآنِ حکیم میں ہے:

۱۔ ''وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ''[1]

"اور کہہ دو کہ (لوگو) یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے"

۲۔ ''إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا''[2]

"(اور) اسے راستہ بھی دکھایا (اب) خواہ وہ شکر گزار ہو خواہ ناشکرا"

یہی آزادی (Freedom of Choice) انسان کو دیگر مخلوقات سے افضل اور ممتاز بناتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اسے نہ صرف بطور خلیفہ صوابدیدی اختیارات (Discretionary Powers) عطا کئے گئے ہیں بلکہ ان اختیارات کے استعمال کے سلسلے میں بذریعہ وحی اسے مکمل تفصیلات اور راہنمائی بھی دی گئی ہے۔ پھر مذکورہ تصوّرات اس "ہدایت پر مبنی صوابدید" (Guided Discretion) کے ساتھ ساتھ اس کی زمین پر بطور خلیفہ ذمہ داری اور اللہ کے سامنے جواب دہی (Accountability) کی بنیادیں بھی فراہم کرتے ہیں۔

بطور خلیفہ انسان کو تفویض کردہ صوابدیدی اختیارات جہاں انسان کو "امانت" کے تقاضوں کی پاسداری کی صلاحیت دیتے ہیں وہیں یہ "امانت" کے سوءِ استعمال کی گنجائش بھی رکھتے ہیں تاہم خلیفہ کی حیثیت سے انسان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خالقِ کائنات

کے تفویض کردہ اختیارات اور اس کی عطا کردہ امانت کے تقاضوں کی کماحقہ رعایت کرے اور اسے عدل اور دیانت داری سے استعمال کرے۔ قرآنِ حکیم میں مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

''وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ''[3] "اور جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں"

نیز فرمایا:

''إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ''[4]

"خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو"

حقِ خلافت اور صوابدیدی اختیارات کے صحیح استعمال کا لازمی نتیجہ اچھے طرزِ حکمرانی (Good Governance) کی شکل میں سامنے آتا ہے جس میں عدل، معاملات کی صفائی (Transparency) اور جوابدہی (Accountability) کے عناصرِ ترکیبی شامل ہوتے ہیں۔ ایسی طرزِ حکمرانی کو آنحضرت ﷺ نے تقریباً پندرہ صدیاں قبل دنیا کو متعارف کرایا جس کی خلفاءِ راشدین نے بھی پیروی کی۔

خلیفہِ اوّل حضرت ابو بکر صدیق جب مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے اس وقت جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ حقِ خلافت و حکمرانی کے استعمال کے حوالے سے بنیادی راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

''أما بعد أيها الناس فإني قد وليت عليكم ولست بخيركم فإن أحسنت فأعينوني وإن أسأت فقوموني، الصدق أمانة، والكذب خيانة، والضعيف فيكم قويّ عندي حتى أرجع عليه حقه إن شاء الله، والقوي فيكم ضعيف عندي حتى آخذ الحق منه إن شاء الله، لا يدع قوم الجهاد في سبيل الله إلا خذلهم الله بالذل، ولا تشيع الفاحشة في قوم إلا عمهم الله بالبلاء، أطيعوني ما أطعت الله ورسوله، فإذا عصيت الله ورسوله فلا طاعة لي عليكم''[5]

"لوگو! مجھے تم پر حاکم بنایا گیا ہے، جب کہ میں تم سے بہترین شخص نہیں ہوں۔ اگر میں کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں کوئی غلطی کروں تو مجھے سیدھا کرنا، سچائی امانت داری کا نام ہے اور جھوٹ ایک بڑی خیانت ہے۔ تم میں جو کمزور شخص ہے، وہ میرے نزدیک طاقتور ہے تا آنکہ میں انشاء اللہ اس کا حق اسے لوٹا دوں گا اور تم میں طاقتور آدمی میرے نزدیک اس وقت تک کمزور ہے جب تک

میں اللہ کی مرضی سے اس سے (ضعیف کا) حق نہ لے لوں۔ جو قوم بھی جہاد چھوڑتی ہے اللہ اسے ذلّت سے ہمکنار کرتے ہیں، اور جس قوم میں بے حیائی بڑھتی ہے اللہ اسے مصائب میں مبتلا کرتے ہیں۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں"

عصرِ حاضر میں حکومتی وانتظامی صوابدید (Administrative Discretion) کا مسئلہ بحث و تحقیق کا ایک اہم موضوع بن چکا ہے جس کے غلط استعمال کے بچاؤ حوالے سے قواعد وضوابط تشکیل دیے گئے ہیں "Administrative Discretion" کی تعریف کرتے ہوئے ایک مغربی ماہرِ قانون کہتا ہے:

"Administrative Discretion would mean choosing from various available alternatives but with reference to rules for reasons and justice and not according to personal whims."[6]

"انتظامی صوابدید کا مفہوم یہ ہے کہ کئی موجود امور میں سے عقل اور انصاف کی روشنی میں انتخاب کرنا نہ کہ ذاتی پسند یا ناپسند کی روشنی میں"

اگر حکومتی وانتظامی اختیار کا سوءِ استعمال قانون میں موجود حدود اور توضیحات اور اس کے ظاہری تقاضوں کے بر خلاف ہو ہو تو یہ حق سے تجاوز یا تعدّی ہو گا۔ جدید قانونی اصطلاح میں اسے "Ultravires" کہا جاتا ہے جسے قانونی تحفّظ حاصل نہیں ہوتا۔ البتہ اگر حکومتی وانتظامی اختیار کا استعمال قانون کے ظاہری تقاضوں کے مطابق ہو مگر صوابدیدی اختیار کے مقصدِ تفویض کے بر خلاف ہو اور خارجی عوامل پر مبنی ہو تو اسے عدالتی حکم کے ذریعے کالعدم قرار دیا جا سکتا ہے۔

حکومتی وادارتی تعسّف کو کنٹرول کرنے کے لئے عدالتیں فطری انصاف (Natural Justice) کے معیارات کو بھی روبعمل لاتی ہیں جیسے فردِ جرم عائد کرنے سے قبل صفائی کا موقع فراہم کرنا، حکم کا تعصّب اور ذاتیات سے مبرّا ہونا وغیرہ۔ عدالتی فیصلوں سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

"Any decision made in violation of the principle of "Audi alterampartem" cannot be sustainable in law."[7]

"کوئی بھی فیصلہ جو صفائی کا موقع فراہم کرنے کے اصول کے بر خلاف ہو وہ قانون کی نظر میں قابلِ قبول نہیں ہو سکتا"

"The principle of freedom from bias envisages that nobody should be a judge in his own cause .---The rule is that if the person in whom the authority to decide a case is vested is subject to a bias in favour of or against either party to the dispute ---, he ought not to take part in the decision."[8]

"تعصّب سے بالاتر ہونے کا اصول یہ ہے کہ کوئی بھی فرد اپنے معاملے میں جج نہیں بن سکتا۔ قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جسے کسی معاملے میں فیصلہ کرنے کا اختیار سونپا گیا ہو وہ فریقینِ معاملہ میں سے کسی کے حق میں یا اس کے خلاف تعصّب رکھتا ہو، تو اسے فیصلے کا حصہ نہیں بننا چاہئے"

مذکورہ بالا قاعدہ کا اطلاق کرتے ہوئے ایک عدالتی فیصلے میں قرار دیا گیا کہ:

"Where a member of the University Syndicate had prosecuted the case against the accused, and then sat as a member of the Syndicate to ultimately decide the case: Held, that it was too much to imagine that while sitting as a member of the Syndicate he would be able to divest himself of the role he had already played in prosecuting the case against the petitioner. The proceedings were held vitiated and were set aside."[9]

"جب کہ یونیورسٹی کی مجلسِ عاملہ کے ایک رکن نے ملزم کے خلاف مقدمہ قائم کیا اور بعد ازاں بطور رکن مجلسِ عاملہ اس کے حتمی فیصلہ میں بھی شریک ہوا، عدالت نے قرار دیا کہ یہ تصوّر کرنا بعید از قیاس ہے کہ اس نے بطور رکن مجلسِ عاملہ اپنے کو اپنے سابقہ فیصلے سے بالاتر رکھا ہو۔ چنانچہ مذکورہ کاروائی کالعدم قرار دی گئی"

عصرِ حاضر میں حکومتی اور ادارتی تعسف کی ایک اہم مثال کرنسی کے اجراء کے حکومتی حق کا متعسّفانہ استعمال ہے جس کے نتیجے میں ملک میں افراطِ زر کی غیر عادلانہ شرح وجود میں آتی ہے اور افرادِ مملکت شدید مالی بحران میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس مسئلے کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

کسی بھی معاشی نظام میں زر ایک ایسی شے ہے جو لوگوں کے معاشی معاملات کو منضبط کرتی ہے۔ بائع و مشتری، آجر و اجیر اور کئی دیگر فریقینِ معاہدہ کے باہمی تعلق کا دارومدار زر پر ہوتا ہے۔ اسی بنا پر شریعت کی رو سے یہ لازم ہے کہ معاملات میں صحت اور

عدل کو قائم رکھنے اور ظلم و نزاع کے عوامل کو دور رکھنے کے لیے اشیاء کی قیمت کا مقیاس اور معیار (زر) ایسا ہو جس میں ثبات و قرار ہو یعنی وہ معقول حد تک مستحکم مالیت کا حامل ہو۔

ابن قیم کہتے ہیں:

''زر ایک ایسا معیار ہے جس سے اموال کی قیمتوں کا تعین ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس کی قدر میں ثبات ہو۔ اگر عام اشیاء کی طرح زر کی قدر بھی متغیر ہوتی رہے تو لوگوں کے معاملات اور معاہدات فساد کا شکار ہو جائیں گے۔ آج کل یہ چیز عام دیکھنے میں آئی ہے کہ فلوس کے قدری تغیرات کی بنا پر لوگ معاملات کے فساد اور شدید ضرر کا شکار ہو رہے ہیں۔ اگر زر کی قدر میں استحکام پیدا کیا جائے تو اس میں لوگوں کا بھلا ہو گا'' [10]

اسی بنا پر مسلم علماء کا ہمیشہ سے یہ نقطۂ نظر رہا ہے کہ نقود کے اجراء کا اختیار حکومت کے پاس رہنا چاہیے، اس لیے کہ اگر یہ اختیار ہر کس و ناکس کو مل جائے تو معاشی و معاشرتی تنظیم متاثر ہو گی اور اس کے ناگفتہ بہ نتائج بر آمد ہوں گے۔ امام نووی کہتے ہیں:

''قَال أَصْحَابُنَا: وَيُكْــرَهُ لغَيْرِ الإمَامِ ضَــرْبُ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ إنْ كَانَتْ خَــالصَةً؛ وَلأَنَّهُ لا يُؤْمَــنُ فِيهِ الغِشُّ وَالإِفْسَادُ'' [11]

''ہمارے علماء کی رائے ہے کہ سربراہ مملکت کے علاوہ کسی بھی دوسرے فرد کے لیے درہم و دینار کے سکے جاری کرنا مکروہ ہے خواہ خالص سونے چاندی کے ہوں کیوں کہ ان میں کھوٹ اور خرابی سے محفوظ رہنے کی ضمانت نہیں ہے''

نیز حکومت کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ زر کی قدر کو تغیرات سے محفوظ رکھنے کا انتظام کرے۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

''ينبغي للسلطان أن يضرب لهم فلوسا تكون بقيمة العدل في معاملاتهم من غير ظلم لهم ولا يتجر ذو السلطان في الفلوس أصلا'' [12]

''حاکم کو چاہیے کہ وہ ایسی کرنسی کا اجراء کرے جو لوگوں کے معاملات میں موجب عدل ہو اور ظلم کا کوئی پہلو اس میں نہ ہو۔ حاکم کے لیے یہ بات قطعاً ناروا ہے کہ وہ کرنسی کو ذریعہ آمدن بنائے''

چونکہ زر اشیاء کے لیے بطور معیارِ قدر مستعمل ہے، اس بنا پر قرآن حکیم میں اس امر کی ممانعت کی گئی ہے کہ نقود میں کھوٹ ملائی جائے کیونکہ یہ عمل سنگین مسائل اور مضرتوں کا موجب بنتا ہے۔

قرآنی آیات:

۱۔ ''وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا''[13]

"اور لوگوں کی چیزیں پوری دیا کرو اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو"

۲۔ ''وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ''[14]

"اور اے قوم! ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو"

مذکورہ آیات میں قومِ شعیبؑ کے مذکور واقعہ کے بارے میں مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں "بخس" سے مراد دراہم و دنانیر میں کمی، ان کی قطع اور ان میں کھوٹ ملانا ہے جس کی قومِ شعیب مرتکب تھی[15]

عملِ بخس چونکہ موجبِ ضرر ہے اس لیے اسے حرام قرار دیا ہے اور اسے "فساد فی الارض" کے ہم معنی کہا ہے۔

آیت قرآنی ''وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ''[16] (اور شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے) کے بارے میں ابن عربی نے لکھا ہے کہ:

''كانوا يكسرون الدراهم و الدنانير''[17]

"وہ لوگ دراہم و دنانیر کو قطع کرتے تھے۔"

امام شوکانی، بروایت ابو العباس ابن سریج قوم شعیب کی کارستانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قوم شعیبؑ (کے لوگ) دراہم و دنانیر کے کناروں کو قینچی سے کاٹ کر اس کی قیمت میں کمی کر دیتے تھے اور کٹے ٹکڑوں کو جمع کر کے خاصا مال بنا لیتے تھے۔ ملکِ شام میں بھی یہی طریقہ رائج تھا۔ قرآن نے آیت "ولا تبخسوا الخ" میں انہیں اسی فعل سے روکا ہے۔ اس ممانعت پر وہ کہنے لگے اے "شعیب! کیا تمہاری

نمازیں یہ کہتی ہیں کہ ہم اپنے آبائی معبودوں کی پرستش چھوڑ دیں اور اپنے اموال کے معاملے میں اپنی مرضی پر عمل نہ کریں، غرض قومِ شعیبؑ باز نہ آئی سو عذابِ الٰہی ان کا مقدر بن گیا۔"[18]

حدیث نبوی ﷺ ''مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا''[19] (جو ہمارے ساتھ دھوکہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔) کے حوالے سے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ:

"یہ حدیث بتاتی ہے کہ سربراہِ مملکت کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ وہ ملاوٹ والے درہم بنوائے۔ نیز اس لیے بھی (مکروہ ہے) کہ اس میں فسادِ نقد ہے اور اصحابِ حقوق کا ضرر اور قیمتوں کی گرانی ہے اور اس کے علاوہ بھی کئی مفاسد ہیں۔"[20]

اسی طرح ابو داؤد نے سنن میں یہ روایت نقل کی ہے:

''نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُكْسَرَ سِكَّةُ الْمُسْلِمِينَ الْجَائِزَةُ بَيْنَهُمْ إِلَّا مِنْ بَأْسٍ''[21]

"نبی اکرم نے شدید ضرورت کے بغیر مسلمانوں کے مابین رائج سکے کی قطع و برید سے منع فرمایا ہے"

علماء نے "بخس" اور سکہ کی قطع و برید کو سنگین جرم قرار دیا ہے اور اس کے لیے کڑی سزا تجویز کی ہے۔ قاضی ابو یعلی حاکم کے فرائض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حاکم کو چاہیے کہ وہ بازار میں کرنسی سے متعلق بداعتدالیوں سے بے خبر نہ رہے بلکہ ان جرائم کے محرکات کی تفتیش کر کے ذمہ دار عناصر کو سخت سزا دے، انہیں نمونہ عبرت بنا کر بازاروں میں گھمایا جائے، انھیں محبوس رکھا جائے اور کسی معتمد ماہرِ فن کو کرنسی کے معاملات کی اصلاح پر مامور کیا جائے تاکہ رعایا کے دنیوی اور دینی امور بہتر ہو سکیں۔"[22]

ان شرعی نصوص سے معلوم ہوا کہ سکہ میں قطع و برید اور "بخس" حاکم و رعایا دونوں کے لیے ناروا ہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگوں کے لیے موجبِ ضرر ہے۔ نیز یہ "اکل اموال الناس بالباطل" کی ایک صریح شکل ہونے کی بنا پر ایک ظالمانہ اقدام ہے۔

امام سیوطی کہتے ہیں:

"حاکم کے لیے مکروہ ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان معروف معاملات کو کالعدم قرار دے۔ یہ بھی مکروہ ہے کہ وہ کھوٹ والے دراہم بنائے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو کھوٹ ملائے وہ ہم میں سے نہیں نیز اس لیے بھی کہ اس سے فسادِ نقود، ضررِ اہلِ حقوق اور قیمتوں کے اضافے وغیرہ جیسے برے نتائج سامنے آتے ہیں"[23]

افراطِ زر دورِ حاضر میں "بخس" کی ایک شکل ہے جس سے لوگوں کے اموال میں اگرچہ ظاہری اعتبار سے کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا مگر اس میں معنوی اور حقیقی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ جس طرح آج جدید ٹیکنالوجی کی بدولت بعض اشیاء کے عرق و جوہر کو بایں طور کشید کر لیا جاتا ہے کہ اس شے کی ظاہری شکل و صورت میں تو کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی مگر اس کی حقیقی قدر ختم ہو جاتی ہے، بعینہ اسی طرح حکومتیں[24] افراطِ زر کے ذریعے لوگوں کے اموال کی قوتِ خرید (Purchasing Power) کو کشید کر لیتی ہیں جس سے زر کی ظاہری ہیئت تو علیٰ حالہ قائم رہتی ہے مگر اس کی قدر (Value) گر جاتی ہے۔ اس طرح خصوصاً مؤجل ادائیگیاں (Defferd Payments) سخت ابتری اور نقصان کا شکار ہو جاتی ہیں۔ یوں کرنسی کے اجراء کا جو اختیار حکومت کے پاس ہے وہ اس کے سوءِ استعمال کی مرتکب ہوتی ہے جو شرعاً جائز نہیں۔

عہدِ نبوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے رائج الوقت کرنسی کے مابین موجود اختلاف کو ختم کیا اور کیل و وزن کے نظام میں یکسانیت پیدا کی تاکہ حقوق کی ادائیگی میں ظلم و استحصال کی گنجائش نہ رہے اور نزاعِ باہمی کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔ آپ نے ان پیمانوں میں اختلاف کے خطرات کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِ الْمِكْيَالِ وَالْمِيزَانِ إِنَّكُمْ قَدْ وُلِّيتُمْ أَمْرَيْنِ هَلَكَتْ فِيهِ الْأُمَمُ السَّالِفَةُ قَبْلَكُمْ"[25]

"نبی اکرم ﷺ نے ناپ اور تول سے تعلق رکھنے والے افراد سے فرمایا کہ دو نازک امور تمہارے سپرد کیے گئے ہیں جن میں بے اعتدالی کی بنا پر گزشتہ امتیں ہلاکت کا شکار ہو چکی ہیں"

حاصلِ کلام یہ کہ اسلام کی کرنسی پالیسی (Fiscal Policy) میں یہ بات نہایت اہمیت کی حامل سمجھی گئی ہے کہ کرنسی کی قدر میں استحکام رہے اور افراطِ زر کے عوامل کی جس قدر ممکن ہو بیخ کنی کی جائے تاکہ حقوق اور ذمہ داریوں میں لوگ ظلم و بخس[26] سے محفوظ رہیں۔

فقہی قاعدہ ''التَّصَرُّفُ عَلَى الرَّعِيَّةِ مَنُوطٌ بِالْمَصْلَحَةِ''(یعنی حاکم کے لیے رعایا پر تصرّف کا اختیار مصلحت کے ساتھ مشروط ہوتا ہے) کی شرح کرتے ہوئے مصطفیٰ زرقا لکھتے ہیں:

''اگر حاکم ایسے شخص کے قاتل کو معاف کرلے جس کا کوئی ولی نہ ہو تو اس کا معاف کرنا صحیح نہ ہوگا اور نہ ہی اس سے قصاص ساقط ہوگا کیوں کہ یہ حق عوام کے مفاد اور خیر خواہی کے لیے حاکم کو منتقل ہوتا ہے جو اسے بے عوض ساقط نہیں کر سکتا۔ ایسے ہی اگر متولی وقف غیر منقولہ جائیداد کو بڑا نقصان کرتے ہوئے اجرت پر دے دے تو جائز نہیں۔ اسی طرح اگر قاضی نابالغ بچی کا غیر کفو[27] میں نکاح کرے یا وقف کرنے والے کی شرط کے خلاف فیصلہ کرے یا حقوقِ عامہ میں سے کسی حق کو چھوڑ دے یا مقروض کو قرض دینے والے کی مرضی کے بغیر مزید مہلت دے تو یہ بات جائز نہیں ایسے ہی اگر ولی یا وصی نابالغ کی طرف سے ایسی صلح کریں جو اس کے لیے مضر ہو تو یہ بات جائز نہیں۔ تاہم اگر باپ اور دادا ولی ہوں اور نشہ کی حالت میں نہ ہوں اور نہ ہی اختیار کے غلط استعمال کے حوالے سے معروف ہوں تو ان کی بچے اور بچی کی شادی غیر کفو میں کرنا اور غبنِ فاحش سے انجام دینا تعسّف سے مستثنیٰ ہوگا اور ان کا فیصلہ قابلِ نفاذ ہوگا۔''[28]

مذکورہ بالا قاعدے ''التَّصَرُّفُ عَلَى الرَّعِيَّةِ مَنُوطٌ بِالْمَصْلَحَةِ'' کی عبارت میں عموم پایا جاتا ہے، یعنی جو شخص رعیّت کے امور کا ذمہ دار بنایا گیا ہو اس کے لیے ان کی مصلحت کی رعایت ضروری ہے۔ چنانچہ اس عموم کی بنا پر خود سربراہِ حکومت اور وہ تمام لوگ جن کو وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ مقرر کرے، سب داخل ہیں۔ نیز اس عموم میں وصی اور متولیانِ وقف بھی شامل ہیں۔ چنانچہ اِن تمام اشخاص کے تصرّفات ان لوگوں کے حق میں جن کی انھیں ولایت حاصل ہے، مصلحت کے ساتھ مشروط ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی کمشنر یا کلکٹر کسی ایسی زمین کو جو عامۃ الناس کی منفعت کا ذریعہ ہو، کسی خاص شخص کو دے دے تو اس کا یہ عمل جائز نہ ہوگا بلکہ اسے اپنی سابقہ حالت پر برقرار رکھا جائے گا۔ اسی طرح محکمہ اوقاف کا منتظمِ اعلیٰ جس کو یتیموں، نابالغ بچوں، دیوانوں اور اوقاف کی نگرانی سپرد ہو، اس کے تمام تصرفات کا مبنی بر مصلحت ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اس کے لیے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ ان لوگوں کے مال کو ہبہ کرے یا نقصان کے ساتھ کسی کے ہاتھ فروخت کر دے۔ اسی طرح یتیم کے وصی اور نابالغوں کے ولی کے تصرّفات بھی اسی صورت میں صحیح ہوں گے جبکہ وہ مصلحت پر مبنی ہوں۔

حکومتی سطح پر مختلف النوع کوٹے تقسیم کرنے، لائسنسوں کا اجراء کرنے، غیر معیاری اور ناقص سپلائی قبول کرنے، کلیم اور انکم ٹیکس کے غلط تخمینے لگانے، بجلی، پانی، گیس کی سہولتیں مہیّا کرنے میں غیر ضروری دیر کر کے رشوت کے حصول کے مواقع تلاش کرنے اور جلد کام کروانے کے لئے تحائف اور غیر قانونی فیس وصول کرنے کے عمل عصرِ حاضر میں حکومتی

اور ادارتی تعسف میں شامل ہیں نیز اپنے مرتبے سے ناجائز فائدہ اٹھانا، غیر قانونی مالی فوائد حاصل کر کے ملازمتوں پر تقرریاں اور تبدیلیاں کرنا، سرکاری ملازمین سے ذاتی کام لینا اور حکامِ بالا سے خوشامد کے ذریعے ناجائز مراعات حاصل کرنا وغیرہ بھی آج حکومتی اداروں کے تعسّف کی عمومی شکلیں ہیں۔

قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکار جو اولی الامر (حاکمِ وقت) کی طرف سے تفویض کردہ حق (Delegated Power) کا استعمال کرتے ہوئے احکام نافذ کرتے ہیں، ایسے افراد کے لیے خلافِ شریعت امور کا کرنا یا ایسا کوئی کام کرنا جو انہیں تفویض ہی نہیں کیا گیا بھی حقوق کا سوءِ استعمال ہے جس پر واقع ہونے والے ضرر کا ازالہ ان پر مرتب ہوگا۔ اگر سرکاری اہلکار لوگوں کا مال غصب کر کے اسے قومی خزانہ میں دے دیں یا بیت المال کے لیے ظالمانہ ٹیکس وصول کریں تو یہ مال ان کے اصحاب کو لوٹایا جائیگا۔ اگر انھوں نے بغیر کسی جرم کے کسی کو سزا دی تو انھیں تادیب کی جائے گی[29] اس حوالے سے حضرت عمر کا قول ہے:

''أيها الناس من رأى منكم فيّ اعوجاجاً فليقومه''[30]

"اگر تم مجھ میں ٹیڑھا پن دیکھو تو ضرور اس کو سیدھا کر دو"

حضرت عمر تفتیش کرنے والوں کو مختلف علاقوں میں اپنے سرکاری اہلکاروں کی نگرانی کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو اہلِ کوفہ کی شکایت پر معزول کر دیا تھا۔ بعد ازاں عبد الملک کے دورِ حکومت میں بھی حاکموں کے مظالم سے متعلق احتساب کے محکمے قائم کیے گئے۔[31]

عدالتی صوابدیدی اختیارات کا غلط استعمال

عدلیہ یا قاضی کو قانون کی تشریح و تعبیر، تعزیرات کے تعین اور مختلف اعمالِ ولایت کے لحاظ سے کئیصوابدیدی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔[32] یہ اختیارات عدلیہ کو علی سبیل الاطلاق حاصل نہیں ہوتے بلکہ ماقبل بیان کردہ تصورِ امانت کے تحت ہی منضبط ہوتے ہیں۔ کتاب و سنت میں حدود اور قصاص کے علاوہ دیگر جرائم کی کوئی معین سزا نہیں دی گئی بلکہ اسے اولی الامر (عدلیہ اور مقننہ) کی صوابدید چھوڑا گیا ہے جسے وہ مناسب اور عادلانہ معیارات کے مطابق روبہ عمل لا سکتے ہیں۔ ابنِ تیمیہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''وأما المعاصي التي ليس فيها حد مقدر ولا كفارة كالذي يقبل الصبي والمرأة الأجنبية أو يباشر بلا جماع أو يأكل ما لا يحل كالدم والميتة أو يقذف الناس بغير الزنا أو يسرق من غير حرز أو شيئا يسيرا أو يخون أمانته كولاة أموال بيت المال أو الوقوف ومال اليتيم ونحو ذلك إذا خانوا فيها وكالولاء

والشركاء إذا خانوا أو يغش في معاملته كالذين يغشون في الأطعمة والثياب ونحو ذلك أو يطفف المكيال والميزان أو يشهد بالزور أو يلقن شهادة الزور --- أو يحكم بغير ما أنزل الله أو يعتدي على رعيته أو يتعزى بعزاء الجاهلية إلى غير ذلك من أنواع المحرمات فهؤلاء يعاقبون تعزيرا --- بقدر ما يراه الوالي على حسب كثرة ذلك الذنب في الناس وقلته فإذا كان كثيرا زاد في العقوبة بخلاف ما إذا كان قليلا وعلى حسب حال المذنب فإذا كان من المدمنين على الفجور زيد في عقوبته بخلاف المقل من ذلك وعلى حسب كبر المذنب وصغره''[33]

''ایسے گناہ جن میں نہ تو حد مقرر ہے اور نہ ہی کفارہ جیسے کسی مرد کا بچے کو یا کسی اجنبی عورت کو شہوت سے بوسہ دینا، جماع کے بغیر مباشرت کرنا، حرام شے کھانا جیسے خون، مردار اور خنزیر کا گوشت، کسی پر زنا کے علاوہ کوئی تہمت لگانا، غیر محفوظ چیز یا کسی معمولی چیز کی چوری کرنا، امانت میں خیانت کرنا، ولی یا شریک کا خیانت کرنا، معاملات میں ایسے دھوکہ دہی کرنا جیسے لوگ کھانے پینے اور پہننے کی اشیاء میں ملاوٹ کرتے ہیں، ناپ تول میں کمی یا جھوٹی گواہی دینا یا اس کی تلقین کرنا، ایسی بات کا حکم دینا جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا، اپنی رعایا پر ظلم کرنا یا جاہلیت کی نوحہ گری کرنا وغیرہ۔ حرام امور کی تعزیری سزا قاضی کے قول کے مطابق دی جائے گی جو اس کے گناہ کی زیادتی یا کمی کی بنا پر زیادہ یا کم ہو گی۔ اگر گناہ بڑا ہے تو اس کی سزا بھی بڑھے گی لیکن اگر گناہ چھوٹا ہو تو اس کی سزا بھی کم ہو گی۔ ایسے ہی اس سلسلے میں گناہ کرنے والے کی حالت کا بھی اعتبار کیا جائے گا، اگر وہ عادی مجرم ہے تو اس کی سزا غیر عادی مجرم کے مقابلے میں زیادہ ہو جائے گی اسی طرح گناہ کے چھوٹے اور بڑے ہونے کی وجہ سے بھی سزا میں کمی بیشی ہو گی''

مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ بیشتر سزاوں کا تعین اور ان کی مقدار قاضی کی صوابدید پر ہوتی ہے۔ شرعی نصوص اس پر دال ہیں کہ عملِ قضا اور فیصلہ سازی کے سلسلے میں خواہشِ نفس کے بجائے حق وصداقت کا ساتھ دینے کی تاکید کی گئی ہے۔ حضرت داودؑ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

''يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ''[34]

''اے داوٗد ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں خدا کے راستے سے بھٹکا دے گی''

مجلہ الاحکام العدلیہ میں قاضی کے عدالتی فیصلے میں غیر ضروری تاخیر کو ناروا(تعسّف) قرار دیتے ہوئے کہا گیا ہے:

''فإذا رفعت إلى قاضي دعوى معينة، وأثبت المدعي دعواه بوسيلة من وسائل الإثبات المشروعة كالإقرار أو البيّنة أو النكول عن اليمين أو غير ذلك من الوسائل المعتبرة شرعاً وخلت هذه البيّنة عن الطعون والاعتراضات من قبل الخصم، أو عجز عن إثبات طعونه أو اعتراضاته وجب على القاضي فصل الخصومة ببيان الحكم الشرعي فيها من خلال إصدار الحكم القضائي سواء أكان قضاء إلزام أو قضاء ترك، ولا يجوز له تأخير الحكم إذا حضرت أسباب الحكم وشروطه بتمامها[35] أي يكون واجباً على القاضي أن يحكم فوراً بمقتضى تلك الدعوى، فإذا أخر ذلك يكون آثماً بترك الواجب ويستحق العزل، فلذلك إذا أخَّر القاضي الحكم خوفاً من المدعى عليه، أو أمر المدعي بالصلح، فاضطر المدعي لمصالحة المدعى عليه بناءً على أمر وإلحاح القاضي يأثم القاضي''[36]

''جب قاضی کے پاس کوئی معین مقدمہ دائر کیا جائے اور مدّعی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ایسے دلائل پیش کرے جو شرعی طور معتبر ہیں، جیسے اقرار، گواہی اور قسم سے انکار وغیرہ جس کے باعث وہ فریقِ مخالف کے اعتراضات ختم ہو جائیں یا وہ فریقِ مخالف کے اعتراضات کو ثابت کرنے سے عاجز آ جائے تو قاضی پر واجب ہے کہ اس مقدّمہ کا فیصلہ شرعی اصولوں کی روشنی میں کرے، چاہے یہ قضاءِ الزام ہو یا قضاءِ ترک۔ قاضی کے لیے جائز نہیں کہ فیصلہ دینے میں تاخیر کرے جبکہ حکم کے اسباب اور شرائط مکمل ہوں، بلکہ قاضی پر واجب ہے کہ اس مقدمہ کا فیصلہ فوری طور پر دے۔ اگر قاضی فیصلہ دینے میں تاخیر کرے گا تو واجب کو ترک کرنے کے باعث گناہ گار ہو گا، اور اس تاخیر کے باعث وہ اس بات کا مستحق ہو گا کہ اسے عہدۂ قضاۃ سے معزول کر دیا جائے۔ اگر قاضی مدّعیٰ علیہ کے خوف سے فیصلہ دینے میں تاخیر کرے یا مدّعی کو صلح کا حکم دے، جس کے باعث وہ مدّعیٰ علیہ سے مصالحت پر مجبور ہو جائے تو قاضی گناہ گار ہو گا''

اس قاعدے پر انکوائری رپورٹ(Inquirey Report) کے افشاء اور اس کے مقتضیٰ پر عمل درآمد میں تاخیر کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے جو عصرِ حاضر میں صوابدیدی اختیارات میں تعسّف کی ایک عمومی شکل بن چکی ہے۔

قرافی نے اعمالِ ولایت(جن کا تعلق نزاعات کے تصفیے اور فیصلے کے بجائے دیگر امور سے ہوتا ہے جیسے مالِ غنیمت کی تقسیم، گمشدہ اشیاء کا مالکوں تک پہنچانا، مستحقین پر ان کے نفقات خرچ کرنا اور مستحقین زکوۃ تک زکوۃ پہنچانا وغیرہ)[37] کو بھی قاضی کی ذمہ داریوں میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ اس طرح کے صوابدیدی اختیارات کا سوءِ ستعمال جائز نہیں ہے۔

مقننہ کے صوابدیدی اختیارات کا غلط استعمال

قانون سازی کا حق مقننہ کو حاصل ہوتا ہے۔ اگر مقننہ قانون سازی کے اپنے حق کا صحیح طریقے سے استعمال نہ کرے تو یہ تعسّف ہو گا۔ مقننہ کے اپنے اس حق کے سوءِ استعمال کو جدید قانونی اصطلاح میں "Colorable Legislation" یا "Fraud onConstitution" کہا جاتا ہے۔ ان اصطلاحات کی تشریح یہ کی جاتی ہے کہ ایسی قانون سازی جو ملکی آئین کی بنیادی شقوں اور روح سے متصادم ہو یا بدنیتی پر مبنی ہو جس سے قانون بازیچۂ اطفال بن جائے۔ اس طرح کے متعسّفانہ قوانین کی بے شمار مثالیں ملکی تاریخ کا حصہ ہیں جن میں سے بعض کو عدالتی فیصلوں کے ذریعے ختم کیا گیا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی روسے حاکمیتِ اعلیٰ کا حق اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور ملک میں کوئی بھی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بن سکتا۔ آئین کی متعلقہ شقیں حسبِ ذیل ہیں:

> "Whereas sovereignty over the entire Universe belongs to Almighty Allah alone, and the authority to be exercised by the people of Pakistan within the limits prescribed by Him is a sacred trust."[38]
>
> ”چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکمِ مطلق ہے اور پاکستان کے جمہور کو اختیار واقتدار اس کی مقرر حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہو گا، وہ ایک مقدس امانت ہے“
>
> "All existing laws shall be brought in conformity with the Injunctions of Islam as laid down in the Holy Quran and Sunnah, in this Part referred to as the Injunctions of Islam, and no law shall be enacted which is repugnant to such Injunctions."[39]
>
> ”تمام موجودہ قوانین کو قرآنِ پاک اور سنّت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا، جن کا اس حصّے میں بطور اسلامی احکام حوالہ دیا گیا ہے، اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو“

مقننہ کو اگرچہ قانون سازی کا حق حاصل ہے تاہم مذکورہ بالا آئینی شقوں کی روسے مقننہ کی ایسی کوئی بھی قانون سازی جو قرآن وسنّت کے خلاف ہو یا آئین میں دیے گئے بنیادی انسانی حقوق سے متصادم ہو، حق کے سوءِ استعمال کے زمرے میں آئے گی۔

حقوقِ ولایت و قوامیت کا ناجائز استعمال

شریعت نے بچوں پر حقِ ولایت (ولایتِ صغار) اور بیوی کے خاوند پر حقِ قوامیت کو مصلحت اور محبت و شفقت کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ چنانچہ باپ کو اپنے بچے پر، وصی کو یتیم پر، کفالت کرنے والے کو مکفول (زیرِ کفالت شخص) پر حقِ ولایت اور اور بیوی کو خاوند پر حقِ قوامیت غیر مشروط طریقے پر حاصل نہیں ہے بلکہ اس حق کا بایں طور استعمال جس سے بچے، یتیم اور زیرِ کفالت فرد اور بیوی کا مفاد مجروح ہو، شرعاً ممنوع ہے۔ عز بن عبد السّلام کہتے ہیں:

''فَإِنْ قِيلَ: إِذَا كَانَ الصَّبِيُّ لَا يُصْلِحُهُ إِلَّا الضَّرْبُ الْمُبَرِّحُ فَهَلْ يَجُوزُ ضَرْبُهُ تَحْصِيلًا لِمَصْلَحَةِ تَأْدِيبِهِ؟ قُلْنَا: لَا يَجُوزُ ذَلِكَ، بَلْ يَجُوزُ أَنْ يَضْرِبَهُ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ؛ لِأَنَّ الضَّرْبَ الَّذِي لَا يُبَرِّحُ مَفْسَدَةٌ، وَإِنَّمَا جَازَ لِكَوْنِهِ وَسِيلَةً إِلَى مَصْلَحَةِ التَّأْدِيبِ، فَإِذَا لَمْ يَحْصُلْ التَّأْدِيبُ سَقَطَ الضَّرْبُ الْخَفِيفُ، كَمَا يَسْقُطُ الضَّرْبُ الشَّدِيدُ؛ لِأَنَّ الْوَسَائِلَ تَسْقُطُ بِسُقُوطِ الْمَقَاصِدِ''[40]

''اگر بچے کی اصلاح بجز ضربِ شدید کے ممکن نہ ہو تو کیا اس کی تادیب کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟ ہماری رائے میں ایسا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ایسی صورت میں ضربِ خفیف بھی ناجائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ضربِ خفیف بھی اصلاً ایک مفسدہ ہے جسے تادیب کی مصلحت کے پیشِ نظر بطورِ وسیلہ کے جائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سے اگر تادیب نہ ہو سکے تو ضربِ خفیف بھی ضربِ شدید کی طرح ساقط ہو جائے گی۔ اس لیے کہ مقاصد کے ساقط ہونے سے وسائل بھی ساقط ہو جاتے ہیں''

شاطبی لکھتے ہیں:

''أن الأب في طفله أو الوصى في يتيمه أو الكافل فيمن يكفله مامور برعاية الأصلح له''[41]

''باپ اپنے بچے کے معاملے میں، وصی اپنے یتیم کے معاملے میں اور کافل اپنے زیرِ کفالت فرد کے معاملے میں رعایتِ مصلحت پر مامور ہے''

اسی طرح شریعت نے ازدواجی معاملات کو خوش اسلوبی سے چلانے کے لیے زوجین کو عادلانہ حقوق دیئے ہیں۔ اس سلسلے میں خاوند کو حقِ قوامیت حاصل ہے جس کی رو سے اسے خاندان کا کفیل اور نگران ہونے کے ناطے انتظامی حقوق حاصل ہیں۔ قرآنِ حکیم نے اس ضمن میں بصورتِ ''نشوز'' شوہر کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ تمام تر دیگر اصلاحی تدابیر کے بے اثر ہونے پر بیوی کو معمولی جسمانی سزا دے سکتا ہے جسے قرآنِ حکیم نے لفظ ''ضرب'' سے تعبیر کیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

''الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ وَاللَّاتِي تَخَافُونَ

نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا''[42]

"مرد عورتوں پر حاکم ومسلط ہیں اس لیے کہ خدا نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو جو نیک بیویاں ہیں وہ مرد کی اطاعت کرتی ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے خدا کی حفاظت میں [مال و آبرو کی] خبر داری کرتی ہے اور جن عوتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی اور [بدخوئی] کرنے لگی ہیں تو [پہلے] ان کو [زبانی] سمجھاؤ [اگر نہ سمجھیں تو] پھر ان کے ساتھ سونا ترک کر دو۔ اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو پھر زود کوب کرو اور اگر فرمانبردار ہو جائیں تو پھر ان کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو بیشک خدا سب سے اعلیٰ [اور] جلیل القدر رہے"

بعض جہلاء اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے بیوی کو مارنے کے عمومی جواز کے قائل ہیں حالانکہ مقتضاءِ قرآنی اس سے یکسر مختلف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ "نشوز" پر "ضرب" تعزیری سزا ہے جس کا اختیار شوہر کو اس لئے دیا گیا ہے تاکہ خانگی معاملات عدالتوں کے بجائے گھر کے اندر طے پائیں۔ البتہ آیات کی روشنی میں معاف کر دینا اولیٰ ہے اور اگر قرآنی ترتیب کے مطابق "نشوز" پر "موعظہ" اور "ہجرِ مضاجع" کے بجائے اوّلاً ہی "ضرب" کو اختیار کر لیا یا ترتیب کا تو لحاظ رکھا گیا مگر "ضرب" کی حدود و قیود اور اصول وضوابط کا لحاظ نہیں رکھا گیا تو یہ حقِ قوامیّت میں تعسّف ہو گا۔

غرض شریعتِ اسلامیہ میں، جس کی عمارت عدل وانصاف اور احسان کی بنیادوں پر استوار ہے، حقوق اور اختیارات کے غلط استعمال (Misuse of Power) کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اختیار کی نوعیت چاہے حکومتی یا ادارتی ہو یا محض خانگی و ذاتی، شریعت کے معین کردہ اصول وضوابط اور اس کے مقاصد کی رعایت بہرحال ضروری ہے۔

حوالہ جات

[1] الکھف (18): 29

[2] الإنسان (76): 3

[3] المؤمنون (23): 8

[4] النساء (4): 58

[5] ابن کثیر، ابی الفداء اسماعیل: البدایۃ والنھایۃ، 6/33

[6]I.P. Massey: Administrative Law, 62 (1985)

PLD 1971 Lah. 829[7]

P L D 1971 Pesh. 20[8]

P L D 1960 Kar . 500[9]

[10]ابن القیم، محمد بن أبي بکر، الجوزیۃ: اعلام الموقعین، 2/156

[11]النووي، محي الدین بن شرف: المجموع شرح المھذب، 14/109، 113

[12]ابن تیمیۃ تقي الدین احمد بن عبد الحلیم: الفتاوی الکبری، 29/469-470

[13]الأعراف(7): 85

[14]ھود(11): 85

[15]ابن تیمیۃ تقي الدین احمد بن عبد الحلیم: الفتاوی الکبری، 6/9

[16]النمل(27): 48

[17]ابن العربي، محمد بن عبد اللہ الأندلسي: أحکام القرآن، 7/1063

[18]الشوکاني: نیل الأوطار، 8/378-379

[19]مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیري: صحیح مسلم، حدیث نمبر146، 1/266، کِتَاب الْإِیمَانِ، بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا

[20]النووي، محي الدین بن شرف: المجموع شرح المھذب، 6/10

[21]ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستاني: سنن ابي داؤد حدیث نمبر2992، 9/308، کِتَاب الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَۃِ وَالْفَيْءِ، بَاب فِي کَسْرِ الدَّرَاھِمِ

[22]أبي زکریا یحیی بن عمر الکناني الأندلسي: أَحْکَامُ السُّوقِ، 17

[23]السیوطي، جلال الدین عبد الرحمن بن أبي بکر: الحاوي للفتاوي، 1/100

[24]جو بالعموم افراطِ زر کے بڑے عوامل میں شمار ہوتی ہیں۔

[25]الترمذي، ابو عیسی، محمد بن عیسی: سنن الترمذي، حدیث نمبر1138، 4/484، کِتَاب الْبُیُوعِ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، بَاب مَا جَاءَ فِي الْمِکْیَالِ وَالْمِیزَانِ

[26]صاحب تفسیر "المنار" لکھتے ہیں کہ "بخس" کا مفہوم کیل ووزن سے زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ اس کا اطلاق ہر طرح کے دیون و بیوع اور ان تمام طریقوں اور حیلوں پر ہے جن سے حقوق میں نقص پیدا ہوتا ہے۔(رشید رضا: تفسیر المنار 8/468 مطبعہ دار المنار، مصر)

[27]کفو اسے کہتے ہیں کہ خاوند زوجہ کی طرح ہو۔(الجرجاني علي بن محمد: التعریفات، 1/237)

[28]الزرقا، أحمد بن الشیخ محمد: شرح القواعد الفقھیۃ، 1/230

[29]بشرطیکہ وقوعِ ضرر اجتہادی غلطی کا نتیجہ نہ ہو جیسے قاضی کا اجتہاد۔

[30]الصلابي، علي محمد: فصل الخطاب في سیرۃ ابن الخطاب، 128

[31]دیکھئے: ابن أبي یعلی، محمد بن الحسین: الأحکام السلطانیۃ، 59

[32] ابنِ خلدون نے قضا کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: حَقِيقَةُ الْقَضَاءِ الْإِخْبَارُ عَنْ حُكْمٍ شَرْعِيٍّ عَلَى سَبِيلِ الْإِلْزَامِ(ابن فرحون المالكي: تبصرة الحكام في أصول الأقضية ومناهج الأحكام، 1/9)فتوی قضا کے مقابلے میں اس لحاظ سے مختلف ہے کہ یہ لازم(Binding) نہیں ہوتا۔ إن الفتوى هي الإخبار عن الحكم الشرعي من غير إلزام.(القرافي، أحمد بن إدريس: الاحكام في تمييز الفتاوي عن الاحكام، 175)

[33] ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم: السياسة الشرعية في اصلاح الراعي والرعية، 151

[34] ص(38): 26

[35] لجنة مكونة من عدة علماء وفقهاء في الخلافة العثمانية: مجلة الاحكام العدلية، المادة (1828)

[36] علي حيدر: درر الحكام شرح مجلة الأحكام، 16/609

[37] القرافي، أحمد بن إدريس: الاحكام في تمييز الفتاوي عن الاحكام، 175

[38] Preamble, The Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973,(as Modified to July 31, 2004), National Assembly of Pakistan.

[39] 227. (1) The Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973,(as Modified to July 31, 2004), National Assembly of Pakistan.

[40] عزالدين، عبد العزيز بن عبد السلام، السّلمي: قواعد الأحكام في مصالح الأنام، 1/90

[41] الشاطبي، إبراهيم بن موسى: الاعتصام، 2/122

[42] النّسآء(4): 34

مصادر ومراجع

1. القرانالكريم
2. ابنأبييعلى، محمدبنالحسين: الأحكامالسلطانية، دارالكتبالعلمية، بيروت، الطبعة: الثانية، 1421ھ/2000 م
3. ابنالعربي، محمدبنعبداللهالأندلسي: أحكامالقرآن، دارالكتبالعلمية، بيروت، س-ن
4. ابنالقيم، محمدبنأبيبكر، الجوزية: اعلامالموقعين، المحقق: طهعبدالرؤوفسعد، مكتبةالكلياتالأزهرية، مصر، القاهرة، 1388ھ/1968م
5. ابنتيميةتقيالدينأحمدبنعبدالحليم: الفتاوىالكبرى، دارالكتبالعلميةالطبعةالاولى 1408ھ/1987م
6. ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم: السياسة الشرعية في اصلاح الراعي والرعية
7. ابن فرحون المالكي: تبصرة الحكام في أصول الأقضية ومناهج الأحكام،
8. ابن كثير، ابي الفداء اسماعيل: البداية والنهاية،
9. ابوداؤد، سليمانبنالاشعث، السجستاني: سننابيداؤد، داراحياءالتراثالعربي، بيروتسن
10. أبي زكريا يحيى بن عمر الكناني الأندلسي: أَحْكَام السُّوقِ، الطبعة التونسية س ن

11. الترمذي، ابوعیسی، محمد بن عیسی: سنن الترمذي، دارالدعوة استنبول، 1401ھ۔
12. الجرجاني، علیبنمحمد: التعریفات، تحقیق: إبراهیمالأبیاري، دارالکتابالعربي – بیروت، الطبعةالأولی، 1405
13. رشیدرضا: تفسیرالمنار، مطبعهدارالمنار، مصر، س ن
14. الزرقا، أحمدبنالشیخمحمد: شرحالقواعدالفقهیة، دارالقلم، دمشق، 1409ھ/1989م
15. السیوطي، جلال الدین عبد الرحمن بن أبي بکر: الحاوي للفتاوي، تحقیق: عبد اللطیف حسن عبد الرحمن، دار الکتب العلمیة - بیروت / لبنان - الطبعة: الأولی 1421ھ/2000م
16. الشاطبي، إبراهیمبنموسی: الاعتصام، المکتبةالتجاریةالکبری، مصر س-ن
17. الشوکاني: محمد بن علي بن محمد: نیلالأوطار، مکتبةالبابیالحلبي، القاهرة، س-ن
18. الصلابي، علیمحمد: فصلالخطابفيسیرةابنالخطاب، مکتبةالصحابة، الشارقة، 1423 - 2002
19. عزالدین، عبدالعزیزبنعبدالسلام، السّلمي: قواعدالأحکامفيمصالحالأنام، دارالکتبالعلمیة، بیروت، س-ن
20. علیحیدر: دررالحکامشرحمجلةالأحکام، تحقیق: المحامیفهمیالحسیني، دارالکتبالعلمیة، بیروت، لبنان، س-ن
21. القرافيوالعسقلانیوالنابلسي: الاحکامفيتمییزالفتاویعنالاحکام،
22. لجنةمکونةمنعدةعلماءوفقهاءفيالخلافةالعثمانیة: مجلةالاحکامالعدلیة، المحقق: نجیبهواویني، نور محمد، کارخانهتجارتکتب، آرامباغ، کراتشي
23. مسلمبنالحجاجبنمسلمالقشیري: صحیحمسلم، دارالسلامالریاض، 2002م
24. النووي، محیالدینبنشرف: المجموعشرحالمهذب، دارعالمالکتاب، بیروت، 1423ھ/2003م
25. The Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973,(as Modified to July 31, 2004), National Assembly of Pakistan.